اصطلاحات اس کثرت و بے تکلفی سے استعمال کئے گئے ہیں گویا زبان فارسی کا جزو ہیں —— علامہ قزوینی رقمطراز ہیں کہ جوینی بعض کلمات و اصطلاحات قدیم بھی استعمال کرتا ہے ان سے آگاہ ہونا لازمی ہے ورنہ مطلب خبط ہو جائیگا۔ مثلاً :

باز آنک[1] - یعنی با آنکہ۔ باوجود آنکہ —— با این یعنی باوجود این —— بعد ما کہ یعنی بعد از آن کہ (یہ ترکیب یعنی بعد ما پرانی کتابوں میں اور شعرا کے ہاں اکثر ملتی ہے)۔ انوری کہتا ہے :

بعد ما کاندر لگد کوب حوادث چند سال۔ بخت شوم خنجری کرد ست و دورش خنجری

خیرہ خیرہ کرد صاحب تہمت اندر ہجو بلخ۔ تا ہمہ گویند کافر نعمت آمد انوری۔

حالت - بہ معنی مرگ و وفات —— واقعہ - بمعنی مرگ و وفات —— آذین - بجائے آئین - یعنی قاعدہ و قانون و رسم و طریقہ و زینت و آرائش (دیکھئے برہان قاطع کلمہ آئینہ آذینہ

آذین، آئین، ایرانی ایڈیشن مرتبہ محمد معین اور مضمون "کلمہ آئینہ کی تحقیق" (عابد علی) ماہ نو جنوری ۱۹۵۵ء)

ملک الشعراء بہار نے سبک شناسی جلد سوم میں ان تراکیب و کلمات کا ذکر کیا ہے جو جوینی سے مخصوص ہیں اور ان کا ماخذ بھی مقدمہ جہاں کشائے ہے (یعنی مقدمہ قزوینی) جن الفاظ سے بحث ہوئی ہے ان میں ایک کلمہ بتوی ہے علامہ قزوینی اس کے متعلق رقمطراز ہیں، کہ سیاق و سباق عبارت سے یہ معنی بنیاد معلوم ہوتا ہے اصل فقرہ یہ ہے: "چوں بتوی دین نبوی قوی شد"۔ علامہ قزوینی بھی اور ملک الشعراء بہار بھی بتوی اور دین کے درمیان کسرۂ اضافت پڑھتے ہیں اسکے بعد بتوی کا بمعنی اساس و بنیاد ہو جانا لازم سا معلوم ہوتا ہے لیکن غور کرنا چاہیئے کہ کیا دونوں کلمات میں کسرۂ اضافت پڑھنا ضروری ہے اور بتوی کی ترکیب تو نہیں کہ بہ حرف جار ہے اور توی سے مراد از سر نو ہے یعنی جب از سر نو دین نبوی[2] قوی ہو گیا —— جہاں کشائے جوینی میں منگولی الفاظ و اصطلاحات بہت کثرت سے استعمال کئے گئے ہیں بعض نقادوں نے اس خصوصیت[3] کو عیب شمار کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ منگولی کلمات کی بہتات بالخصوص ایسے مقامات پر منگولی زبان کے الفاظ استعمال کرنا جہاں فارسی یا عربی کا لفظ جو معنی کی پوری دلالتوں پر حاوی ہو موجود ہے نخواہ مخواہ کی "علم فروشی" اور "فضل آرائی" ہے لیکن زبان کو دوسری زبانوں کے الفاظ سے محروم رکھنے کی منظم کوششیں بھی خطرناک ہیں فارسی میں جو عربی کا عنصر ہے اس پر غور کر لیجیئے ایسے الفاظ خارج کرنے کی کوشش بیکار ہے جو ان معانی پر دلالت کرتے ہیں جو ایران والوں کے لئے نئے تھے دو قوموں کے ملنے سے افکار و تصورات کا جو تبادلہ ہوتا ہے اس سے طبعاً دونوں زبانیں متاثر ہوتی ہیں یہ ممکن نہ تھا کہ منگولوں کے حملے کے بعد وہ اصطلاحات جو منگولوں کے تمدن سے خاص تھیں کتابوں میں استعمال نہ ہوتیں اس عمل سے زبان کو فائدہ ہوتا ہے (بشرطیکہ افراط سے اجتناب کیا جائے) اور نئے الفاظ، نئی تراکیب ذخیرہ الفاظ کا جزو ہو جاتی ہیں اور پھر اس زبان کا مال ہو جاتی ہیں بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ہم معنی الفاظ زبان میں موجود تو ہوتے ہیں لیکن نئے لفظ اختصار کے باعث یا بعض نئی دلالتوں کے حامل ہونے کے باعث زیادہ موزوں

---

[1] جہاں کشائے جوینی - مقدمہ مصحح - [2] دیکھئے غیاث اللغات - کلمہ نوی بہ فتح اول و کسر واؤ - تازگی - [3] خاص طور پر عصر حاضر کے ایرانی فاضل جو یہ کوشش کرتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے خالص ایرانی لفظ سے کام چلایا جائے -

ہوتے ہیں چنانچہ بول چال کی زبان اور ادب ان الفاظ کو اپنا لیتا ہے اور اپنی زبان کا جزو بنا لیتا ہے ۔ جوینی کے ہاں جو منگولی الفاظ ہیں وہ دونوں قسم کے ہیں: ایسے بھی ہیں جن کے بغیر گذارہ ہو سکتا تھا اور ایسے بھی ہیں جن کا استعمال ناگزیر تھا اور جن کے ہم معنی کلمات فارسی میں پہلے موجود نہ تھے اب کچھ منگولی الفاظ اور کلمات پر غور فرمائیے :

(۱) آقا ۔ بادشاہ کے بڑے لڑکے کو کہتے ہیں ۔ (۲) قاآن ۔ منگول بادشاہ ۔ (۳) اینی ۔ بادشاہ کے پوتے یا بھتیجے کو کہتے ہیں ۔ (۴) اردو[1] ۔ لشکر ۔ محل اقامت لشکر ۔ پایہ تخت اصل کلمہ یورت ہے جس کے معنی خیمہ کے ہیں ۔ (۵) اولاغ ۔ الاغ الاق، وہ چارپائے جو سلطنت کے افسر بیگار کے طور پر استعمال کریں ۔ (۶) ایل ۔ مطیع ۔ مسخر ۔ ایل + خاں ۔ ایل خاں ۔ بادشاہ اور مقبوضات کا حاکم اعلیٰ ایران کے منگولی حاکم ایلخانان ایران کہلاتے ہیں ۔ (۷) تومان ۔ دس ہزار ۔
(۸) یاسا ۔ قانون چنگیز خانی ۔ (۹) یام ۔ جہاں مسافر اتریں اور ڈاک ٹھہرے ۔ (۱۰) یرلیغ ۔ فرمان ۔
(۱۱) یورت ۔ خانہ و خرگاہ منقول (دیکھئے اردو اور نوٹ) (۱۲) یاغی ۔ مخالف ۔ ضد ایل ۔
(۱۳) یرغو ۔ بازرسی اور تحقیق ۔

استدراک ۔ تاریخ[2] جہاں کشائے جوینی کے علاوہ عطا ملک نے دو مختصر رسالے بھی لکھے ہیں، جن میں اپنے اور اپنے خاندان کے حالات قلمبند کئے ہیں ۔ ان میں سے ایک کا نام تو معلوم ہے تسلیۃ الاخوان ۔ لیکن دوسرے کا نام معلوم نہ ہو سکا ۔ کچھ مکاتیب و فرامین بھی ملتے ہیں ۔

---

[1] ان الفاظ میں سے بیشتر سرحدی الفاظ ہیں اور ایلخان ایسا کلمہ ہے کہ صرف شاہاں شاہ (شاہان + شاہ) اس کا متبادل ہو سکتا ہے لیکن اس سے غلط بحث پیدا ہونے کا خدشہ بھی ہے ۔ کہ منگولوں کا شاہان شاہ دراصل قاآن تھا ۔ جس کا پایہ تخت قراقورم تھا اردو کی اصل یورت ہے دیکھئے کلمہ (۱۲) اسکی انگریزی شکل HORDO ہے اور پھر ایرانی میں اسی لفظ نے ہردہ کی شکل اختیار کی ہے یورت ۔ یُردہ ۔ ہورڈ ہردہ ۔ اُردو ۔ سب ایک ہی کلمے کی مختلف شکلیں ہیں، اور اس لفظ کا استعمال بھی ناگزیر ہے ۔ [2] مقدمہ مصحح ۔ عب، ع، اعد، عو (جہاں کشائے جوینی) ۔ جن ماخذوں کا حوالہ حواشی میں یا متن میں دیا گیا ہے ۔ وہ اہم ترین ہیں ۔ انکے علاوہ ان کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے :

(۱) فرہنگ آنندراج ۔ (۲) ہفت قلزم ۔ (۳) مسلمانوں کا نظم مملکت (مترجمہ علیم اللہ صدیقی) دار المصنفین دہلی ۔
(۴) تاریخ عرب ۔ ہٹی (انگریزی) ۔ (۵) تاریخ اسلام ۔ امیر علی ۔ (انگریزی) ۔ (۶) LEGACY OF INDIA
(۷) OUTLINES OF ISLAMIC CULTURE (SHUSTRI)
(۸) بست مقالہ قزوینی ۔

محمد حنیف ندوی

غزالی کی مشہور کتاب
المنقذ من الضلال
کی تلخیص

غزالی کی سرگزشتِ انقلاب

(۷)

علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے نئے داعیات

دس سال کی ریاضت سے معرفت و حکمت کے عملی تصوف اختیار کرنے کے بعد میں علوم و فنون کے مشغلوں سے دستکش ہوگیا تھا۔ لیکن نئے نئے گوشے چشم بصیرت کے سامنے آئے جب عزلت و خلوت گزینی پر دس برس کا عرصہ گزر چکا۔ تو اس اثنا میں معرفت و حکمت کے کئی گوشے چشم بصیرت کے سامنے آئے کبھی ذوق نے یہاں تک دستگیری کی کبھی دلیل و برہان کے بل پر یہاں تک پہنچا اور کبھی تسلیم و رضا کی کیفیتوں نے پردہ کشائی کی ـــــ معلوم یہ ہوا کہ انسان صرف مادہ کی ترکیب و امتزاج ہی کا دوسرا نام نہیں بلکہ یہ جسم و قلب کے دوگونہ اتصال سے معرض وجود میں آیا ہے۔

قلب کی حقیقت اس کے عوارض اور صحت مندیاں مگر یہ قلب کیا ہے؟ گوشت پوست کا وہ ٹکڑا نہیں جو مردہ اور زندہ، تمام قسم کے حیوانات میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد وہ مقام ہے جو معرفت الٰہی کا سرچشمہ ہے۔ اس حقیقت کا بھی ادراک ہوا کہ جس طرح جسم و بدن کے لئے ایک کیفیت صحت کی ہے جس پر کہ اس کی جسمانی سعادت کا دارومدار ہے، اور ایک کیفیت بیماری کی ہے، جو کہ اس کے لئے موجب ہلاکت و بربادی ہے۔ اسی طرح قلب و روح کے لئے بھی صحت و مرض کی دونوں کیفیتیں ثابت ہیں۔ اگر قلب و روح صحیح و تندرست ہے تو اس آیت شریفہ کی مصداق ہے:

الا من اتی اللہ بقلب سلیم (شعراء : ۸۹)

کہ نجات اسی کی ہے جس کو قلبِ سلیم بخشا گیا۔

اور اگر بیمار ہے اور بیماری بھی وہ لاحق ہے کہ جو مہلک ہو۔ تو اس آیت کریمہ کا منطوق ٹھہرے گا

فی قلوبھم مرض (بقرہ : ۱۰)

ان کے دلوں میں مرض ہے۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جاہل رہنا سم قاتل ہے۔ اس کی نافرمانی دل کے مرض کو بڑھانے والی ہے اور اس کی معرفت و اطاعت ہی اس کا صحیح اور شافی علاج ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف بھی ہوا کہ جس طرح جسم و بدن کے عوارض کا علاج بغیر ادویہ کے نہیں ہو پاتا۔ اسی طرح قلب کی بیماریاں بھی باقاعدہ دوا اور علاج چاہتی ہیں۔

عبادات میں افعال و حرکات کی کمی بیشی کا فلسفہ: پھر جس طرح ادویہ میں شفا بخشی کی مخفی تاثیریں ہیں۔ جن کو سرمایہ عقلی سے دریافت نہیں کیا جا سکتا، بلکہ حاذق اور تجربہ کار اطبا ہی بتا سکتے ہیں۔ اسی طرح عبادات کا حال ہے جو بمنزلہ دواؤں کے ہیں کہ ان کی مقدار اور وزن میں بھی روحانی اسرار پنہاں ہیں جن پر صرف انبیا علیہم السلام ہی کو اطلاع حاصل ہے اور وہ بھی فیضانِ نبوت کا نتیجہ ہے، تجربہ و علم کا نہیں۔ ان دس برس کے تجربوں سے اس بات کا بھی اندازہ ہوا کہ جس طرح ایک نسخہ مختلف اوزان اور مختلف النوع دواؤں سے ترکیب پاتا ہے، اور وزن و نوع کا یہ اختلاف بے معنی نہیں ہوتا بلکہ شفاء ازالہ مرض کا راز اسی میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح عبادات جن کو ادویۃ القلوب کہنا چاہیئے، مختلف انداز کے افعال سے مرکب ہیں۔ مثلاً نماز میں سجدے زیادہ ہوتے ہیں اور رکوع کم، یا فجر کی نماز میں دو ہی فرض ہیں، اور عصر میں چار۔ اس اختلافات میں بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ بھید اور اسرار رکھے ہیں جن کو صرف نبوت کی روشنی ہی کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا ہے، ہمارے نزدیک جن لوگوں نے عبادات میں افعال و حرکات کے فلسفہ کو بے سود قیاس آرائیوں سے دریافت کرنے کی کوشش کی ہے، یا ان کو بے معنی اور محض اتفاقی قرار دیا ہے وہ سخت احمق اور جاہل ہیں۔

ادویہ اور عبادات میں جو وجہ مماثلت ہے اس کو پیش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ جس طرح ادویہ کے اجزاء میں کچھ اجزا تو ضروری اور بنیادی ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو بدرقات اور تتمات کہنا چاہیئے۔ اسی طرح عبادات میں کچھ ارکان و فرائض ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کو نوافل اور سنن سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ ان ارکان و فرائض کے متمم ہیں۔ مختصراً کہنا یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام امراضِ قلب کے چارہ ساز ہیں اور عقل کے فائدہ تصرف کا دائرہ صرف اس حد تک وسیع ہے کہ اس کی وساطت سے ہم نے ان حقائق تک رسائی حاصل کر لی، اور یہ جان لیا، کہ اس سے زیادہ کی ہمت اس میں نہیں۔ اس سے آگے کے حقائق کا نظارہ تو چشم نبوت ہی سے ممکن ہے۔ عقل کا کام صرف یہ ہے کہ اندھوں کی طرح یہ ہمارا ہاتھ پکڑ کر ان لوگوں کے سپرد کر دے، جو اس راہ کے نشیب و فراز کو پہچانتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم کو امراضِ قلوب کے ماہر طبیبوں کے پاس لے چلے جس طرح کہ مریضوں کو عموماً لے جایا جاتا ہے، اور یہیں تک اس کو رسائی حاصل بھی ہے۔ اس کے بعد علم و معرفت کے جس عالم کا آغاز ہوتا ہے وہاں یہ قطعی بے کار اور بے مصرف ہے۔

یہ ہیں وہ امر جو دس سال کی خلوت نشینیوں سے معلوم ہوئے۔

اعمال میں تساہل کے اسباب: پھر میں نے اس بات پر غور کیا کہ لوگوں کے دلوں میں نبوت اور حقیقت نبوت کے بارہ میں شکوک کیوں ابھرتے ہیں۔ اور لوگ عمل میں قاصر و تساہل کیوں ہیں۔ جب اس نقطہ نظر سے نظر دوڑائی تو اس کے چار سبب معلوم ہوئے:۔

(۱) فلسفہ اور علومِ حکمیہ میں غور و خوض۔ (۲) تصوف کی غلط تعبیر

(۳) تعلیمیہ کے عقائد۔ (۴) علماء کا طرزِ عمل۔

میں ایک عرصہ تک اس ٹوہ میں لگا رہا کہ ضعفِ ایمان اور ضعفِ عمل کے حقیقی اسباب کا کھوج لگاؤں، چنانچہ اس غرض سے میں متعدد لوگوں سے ملا اور ان میں سے ایک ایک کو پوچھا کہ شریعت کی پیروی و اطاعت میں تم کیوں متامل ہو۔ تمہارے دل میں کس نوعیت کے شبہات ہیں اور تمہارے دلوں میں کیا کیا وساوس اور راز پوشیدہ ہیں؟ میں ان سے یہ کرید کرید کر دریافت کرتا کہ اگر تم آخرت

پر فی الواقع ایمان رکھتے ہو، تو اس کے لئے تیاری کیوں نہیں کرتے، اور تم کیوں اسے دنیائے دوں کے عوض بیچ ڈالتے ہو۔ کیا یہ کھلی ہوئی حماقت نہیں۔ جب دُنیا کے معاملے میں تم اتنے سمجھدار ہو کہ کبھی دو روپے کے عوض ایک روپیہ قبول نہیں کرتے، تو آخرت کے معاملہ میں یہ بیوقوفی کیوں روا رکھی جاتی ہے کہ بے انتہا آسائشوں کو محدود اور عارضی مسرتوں کے بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے لیکن اگر بدقسمتی سے تمہارا ایمان آخرت پر نہیں ہے، تب تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ تم صراحتہً کافر ہو۔ اس صورت میں تمہیں اصلاح نفس کی فکر کرنا چاہیئے۔ اور یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ اس کفر کی تہہ میں کون کون اسباب کارفرما ہیں جن کی وجہ سے تمہیں اقرار کفر پہ جرأت ہو رہی ہے۔ اگرچہ کھلے بندوں تم اس کا اظہار نہیں کرتے ہو۔

علماء کا حال : اس ایک ہی سوال کے مختلف جواب ملے، کسی نے کہا کہ اگر شریعت کی محافظت ضروری ہو تو گروہ علماء کو اس کا کہیں زیادہ خیال رکھنا چاہیئے تھا۔ حالانکہ فلاں مشہور عالم ہے، مگر اس حقیقت کے باوجود نماز نہیں پڑھتا۔ فلاں بہت بڑا فاضل ہے، مگر شراب پیتا ہے فلاں صاحب حرام خوری کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اوقاف کا مال کھا جاتے ہیں، یتیموں کی دولت سمیٹ لیتے ہیں اور بادشاہ وقت کے وظیفہ خوار ہیں، لیکن رشوت قبول کر لینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح ایک صاحب صوفی صافی ہونے کے مدعی ہیں، انکا کہنا ہے کہ میں علم و معرفت کے ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ وہاں عبادات کی کچھ حاجت نہیں۔ کسی نے کہا کہ اباحت ہی صحیح ہے۔ اباحت کے قائلین وہ ہیں جنھوں نے تصوف کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کی ہے۔ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ تعلیمیہ نے یہ حجت پیش کی کہ حق کی پہچان ہی دشوار ہے۔ کیونکہ جن راستوں سے گزر کر حق کی طرف پہنچنا ممکن تھا وہ سبھی تو بند ہیں۔ مذاہب و فرق میں وہ اختلاف ہے کہ اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ ان میں کون برسرحق ہے اور کون برسرحق نہیں۔ دلائل عقلیہ میں غضب کا تعارض اور تناقض ہے اور رائے و قیاس تو بالکل ناقابل اعتماد ہے۔ ان حالات میں یقین کی ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے، وہ یہ کہ صاحب تعلیم کو تسلیم کیا جائے، اور بس۔ اب آپ ہی بتائیے کہ یقین کو پا کر شک کو کون اختیار کرے۔

فلسفہ اور اس کے اثرات : کسی کسی نے میرے سوالات کا جواب یہ دیا کہ جناب! میں نے جن خیالات و افکار کو اپنایا ہے وہ بربنائے تقلید نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر یہ مسلک اختیار کیا ہے مجھے فلسفہ کے مطالعہ سے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ نبوت کا مقصد کیا ہے میرے نزدیک نبوت کی غرض و غایت اس سے زیادہ نہیں، کہ حکمت و مصلحت کے تقاضوں کو قائم رکھا جائے۔ عوام الناس کو لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد سے باز رکھا جائے! اور اس طرح کی پابندیاں اور قیود ان پر عائد کی جائیں۔ کہ یہ شہوات و خواہشات کی رو میں نہ بہہ جائیں بلکہ لئے دیئے رہیں اور اپنے کو قابو میں رکھیں۔ میں چونکہ ان جاہل عوام میں نہیں ہوں اور فلسفہ و حکمت کا پورا پورا ذوق رکھتا ہوں اور جانتا ہوں، کہ مصلحت و حکمت کس انداز کی زندگی کی متقاضی ہیں۔ اسلئے تکالیف شرعیہ کے التزامات کو غیر ضروری سمجھتا ہوں۔

یہ ہے ان لوگوں کے ایمان کا سب سے اونچا زینہ جنھوں نے حکماء و فلسفیوں کے افکار کا مطالعہ کیا ہے اور ابن سینا اور فارابی کے ذریعہ، ان خیالات و افکار کو حاصل کیا ہے۔ بظاہر یہ لوگ اسلام سے بہرہ مند بھی ہیں، ان میں ایسے لوگ بھی ملیں گے۔ جو قرآن پڑھتے ہیں، نمازوں میں باقاعدہ حاضر ہوتے ہیں۔ اسلامی اجتماعات میں بھی حصہ لیتے ہیں اور زبان سے شریعت کے محامد بھی بیان کرتے ہیں۔ لیکن